تو ذکر ہی کیا۔ دنیا دار مسلمانوں کا عمل بھی یہ رہا اُنھوں نے محکوم اقوام کو بہ جبر مسلمان کرنے کی کوشش نہیں کی استثنا کے طور پر شاید ایک آدھ واقعہ ایسا نکل آئے لیکن اگر خاص ان اقوام سے جو مسلمانوں کو جابر اور وحشی ثابت کرنے کے لیے جھوٹی سچی داستانیں گھڑتی رہتی ہیں مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے تو مسلمان اپنی تاریخ کے ہر دور میں رحمت کے فرشتے ثابت ہوں گے۔ انھوں نے دوسروں کے مذہبی حقوق کبھی سلب نہیں کیے۔

اس سلسلے میں مشہور ترک سلطان مراد ثانی کا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی کے نصف اول میں جب یہ عظیم فاتح سلطان اپنے نو عمر بیٹے محمد کو تخت پر بٹھا کر گوشہ نشین ہو گیا اور اس نے اپنی بقیہ زندگی یادِ خدا میں بسر کرنے کا عزم کر کے کمر سے تلوار کھول دی تو اٹلی کے پوپ کی شہ پر یونان ہنگری جرمنی اور پولینڈ کے علاوہ بلقان کی دیگر ریاستیں یورپ سے ترکوں کا نام نشان مٹانے پر آمادہ ہو گئیں۔ انھوں نے فوجی معاہدہ کیا اور ترکوں پر چڑھ دوڑیں۔

اس زمانے میں ہنگری کے ایک فوجی سردار ہنی ڈاینز کی شجاعت کا بہت شہرہ تھا، عیسائیوں کی متحدہ فوج کا سالارِ اعلیٰ اسی شخص کو بنایا گیا اور اس کی پیہم یلغار کے باعث سلطان مراد کو اپنے گوشۂ عافیت سے باہر آ کر پھر کاروبارِ سلطنت سنبھالنا پڑا۔

اس جنگ میں عیسائیوں کی طاقت اس قدر زیادہ تھی کہ انھیں اپنی فتح کا کامل یقین تھا اور ابتدائی معرکوں میں وہ نمایاں کامیابیاں بھی حاصل کر چکے تھے۔ پھر بھی خاص ان کے اپنے کیمپ میں بہت سے بالغ نظر لوگ ایسے تھے جو اپنے رہنماؤں کے اندازوں پر پوری طرح یقین نہ رکھتے تھے اور اس بے یقینی کی سب سے بڑی وجہ ان عیسائی رہنماؤں کے کردار کی خامیاں تھیں۔

ترکوں کے خلاف یہ جنگ شروع کرنے سے صرف چھ ماہ پہلے ان لوگوں نے دس سال کے لیے امن کا معاہدہ کیا تھا لیکن ان کے سب سے بڑے مذہبی رہنما پوپ کی انگیخت پر اس معاہدے کے پرزے پرزے کر دیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ مذہبی تعصب میں اس قدر اندھے ہو گئے تھے کہ انھوں نے بڑے سے بڑے ظلم اور سفاکی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔

جب ترکوں اور عیسائیوں کے مابین یہ جنگ فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو رہی تھی، سرویا کا ایک

بادشاہ جارج برنیکوورچ ایک دن اپنی فوج کے سالارِ اعلیٰ ہنی ڈیرز کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا:
"اگر آپ اس جنگ میں فتح یاب ہوئے تو لوگوں کے مذہب کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہوگا؟"
ہنی ڈیرز نے جواب دیا: "میں گنتی کے چند دنوں میں سب کو رومی چرچ کا اطاعت گزار بنا دوں گا۔"
ہنی ڈیرز کا یہ جواب سن کر جارج برنیکوورچ کسی طرح سلطان مراد کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور ان سے بھی وہی سوال کیا کہ اگر آپ نے یہ لڑائی جیت لی تو لوگوں کے مذہب کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہوگا؟
سلطان نے جواب دیا:
"میں ہر مسجد کے قریب ایک گرجا تعمیر کرا دوں گا تاکہ ہر شخص اپنے عقیدے اور ضمیر کی مکمل آزادی کے ساتھ اپنے طریقے کے مطابق خدا کی عبادت کر سکے۔"
جارج برنیکوورچ یقیناً عیسائی تھا لیکن سلطان کے جواب میں عالی ظرفی اور مذہبی رواداری کی جو جھلک تھی اس نے اس کے دل پر بہت اثر کیا۔ وہ مطمئن ہو کر لوٹ گیا اور پھر اس کی معرفت کچھ ہی دن میں سلطان مراد کی عالی ظرفی کا ذکر سرویا کے باشندوں تک پہنچ گیا اور ان کی اکثریت نے یہ فیصلہ کیا کہ جنوبی عیسائیوں کے مقابلے میں روشن دل مسلمانوں کے زیرِ سایہ زندگی گزارنا ہمارے لیے زیادہ سود مند ہوگا۔ صرف آٹھ دن کے مختصر سے عرصے میں اہلِ سرویا نے اپنے ستّر سرحدی قلعوں کے دروازے ترکوں کے لیے کھول دیے اور ان کی بہت بڑی تعداد نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا۔
یاد رہے یہ کوئی من گھڑت افسانہ نہیں بلکہ ایک سچا تاریخی واقعہ ہے اور اس میں ہمارے لیے یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اللہ پاک کی عطا اور بخششوں کے دروازے بند نہیں ہو گئے۔ اگر ہم ان برکتوں سے محروم ہیں تو اس کا باعث صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم نے ان دروازوں پر عاجزی اور انکساری کے ساتھ دستک دینا چھوڑ دیا ہے۔ قدرت کا قانون نہیں بدلا بلکہ خود ہم بدل گئے ہیں۔ اگر غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ ہم نے پندرھویں صدی کے ان عیسائیوں کا کردار اپنا لیا ہے جو زبان سے تو یہ کہتے تھے کہ عفو و درگزر اور دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی دینِ عیسوی کی سب سے بڑی پہچان ہے لیکن ان کا عمل درندوں سے بھی زیادہ وحشتناک تھا۔ وہ معمولی معمولی مذہبی اختلافات کی بنا پر زندہ انسانوں کو آگ میں جلا دیا کرتے تھے اور دنیاوی لذتوں میں

اس قدر شعبدے ہوتے تھے کہ ان کی عبادت گاہیں بادشاہوں کے رنگ محلوں کے مناظر پیش کرتی تھیں۔ نوجوان ننوں اور راہبوں کے معاشقے ایک طرح معمول کی بات بن گئے تھے۔

اگرچہ یہ اعتراف کوئی خوشگوار بات نہیں لیکن اس حقیقت سے چشم پوشی بھی نہیں کی جا سکتی کہ آج ہمارا حال ان عیسائیوں سے زیادہ مختلف نہیں اور یقیناً یہی باعث ہماری پیش قدمی کے پسپائی میں بدل جانے کا ہے۔ اگر ہم ارذل خیالات کی اس دلدل سے نکل آئیں اور اپنے مذہب کی صداقتوں کی روشن فضا میں زندگی گزارنے کی عادت ڈال لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ پہلے کی طرح فتح مندی اور کامرانی ہمارا مقدر نہ بن جائے۔ بقول حکیم الامت:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

اسلام اور رواداری

از مولانا رئیس احمد جعفری

دنیا میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے غیر مسلم محکوموں اور اقلیتوں کے ساتھ اس درجہ روادارانہ برتاؤ کیا کہ خیبر کے یہودی آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر، مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کرتے تھے، دنیا اسی انصاف پر قائم ہے۔ حمص کے عیسائی علی الاعلان اپنے مسلمان فرماں رواؤں کے لیے دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ اور خدا سے التجا کیا کرتے تھے کہ عیسائی حکمران اب کبھی واپس نہ آئیں۔

اس کتاب میں اسلام کی داستانِ رواداری، دل کش اور روح پرور انداز میں ایمان افزا حلاوت کے ساتھ پوری صحت اور استناد سے پیش کی گئی ہے۔

جلد اوّل (زیرِ طبع) جلد دوم، صفحات ۴۷۴ قیمت ۱۶ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

محمد عبداللہ قریشی

سیرت عمر فاروقؓ کی چند جھلکیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں اور اسلام دُور دُور تک پھیل گیا۔ آپ کی زندگی کے گوناگوں واقعات میں سے چند ایک کی جھلک ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

بارِ خلافت

جب اسکندریہ فتح ہوا تو قاصد یہ خبر لے کر مدینہ منورہ آیا کہ بارگاہِ خلافت میں فتح کا مژدہ سنائے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اس نے خیال کیا کہ امیرالمومنین آرام فرما رہے ہوں گے، اس لیے ان کے پاس اس وقت جانا مناسب نہ ہوگا۔ تھوڑی دیر مسجد میں توقف کرنا چاہیے۔

ابھی اس نے اُدھر کا رُخ ہی کیا تھا کہ حضرت عمرؓ کی ایک لونڈی نے اسے دیکھ کر پہچان لیا اور جا کر حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ فوراً جاؤ اور اُسے بلا لاؤ۔ وہ گئی اور قاصد کو بلا لائی۔ قاصد خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے فتح کا مژدہ سنایا۔ حضرت عمرؓ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور جو کچھ میسر تھا، مہمان کے آگے رکھ دیا۔ اس کے بعد پوچھا۔

"تم سیدھے میرے پاس کیوں نہ چلے آئے؟"

قاصد نے جواب دیا،

"میرا خیال تھا کہ یہ وقت آرام کا ہے۔ شاید آپ قیلولہ فرما رہے ہوں گے۔ اس لیے ذرا دم لے لینا چاہیے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا

" افسوس! تمہارا میری نسبت یہ گمان ہے۔ میں دن کو آرام کروں گا تو خلافت کا بار کون اٹھائے گا؟"

حضرت عمرؓ کی فراست

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ " مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے " ظاہر ہے جو شخص اللہ کے نور سے دیکھے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ وہ اپنی سوجھ بوجھ، عقل و فہم اور بصیرت سے ہر بات معلوم کر لیتا، دل کی آنکھوں سے دُور دُور کی چیزیں دیکھ لیتا اور معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔"

حضرت عمرؓ کی فہم و فراست مشہور ہے۔ آپ ہمیشہ پتے کی بات کہتے تھے۔ آپ کی رائے بڑی صائب ہوتی تھی۔ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس خاص صفت کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " پہلی امتوں میں بھی صاحبِ الہام و فراست ہوتے تھے۔ میری اُمت میں ایسا کوئی ہے تو عمرؓ ہے۔"

اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت عمرؓ کے سوا دوسرا کوئی صاحبِ فراست نہ تھا۔ تمام اصحاب ایک ہی مشعل کی کرنیں تھیں۔ کسی میں کوئی خوبی تھی کسی میں کوئی، ایک سے ایک بڑھ کر تھا۔ یوں سمجھ لیجیے جیسے کہا جائے کہ دنیا میں اگر کوئی سخی ہے تو وہ حاتم ہے۔ یعنی حاتم یقیناً سخی ہے۔ حضرت عمرؓ میں یہ جوہر بہت نمایاں تھا۔ آپ نے مختلف موقعوں پر جس فہم و فراست کا ثبوت دیا، اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

آپ کی خلافت کے زمانے میں اسلام دور دور تک پھیل گیا اور آپ کو جگہ جگہ اپنے حاکم مقرر کرنے پڑے۔ آپ حاکم مقرر کرتے وقت، بڑی سوچ بچار اور چھان بین سے کام لیتے، پھر بھی اگر کسی کے خلاف کوئی شکایت آتی تو اس سے باز پرس کیے بغیر نہ رہتے۔

ایک دفعہ اہلِ حمص نے اپنے والی سعید بن عامر کے خلاف کچھ شکایتیں کیں۔ آپ نے سن کر تھوڑی دیر سوچا۔ پھر فرمایا: "الٰہی! میری فراست سعید بن عامر کے بارے میں غلط ثابت نہ ہو۔" پھر ان لوگوں [illegible] اور یہ باتیں ان کے منہ پر کہیں۔